موسیٰ دوراں عصائے پیریم
آں تسلی بخش دردل گیریم

پیر غلام دستگیر نامی

تذکارِ موسیٰ

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری

کے نام

منظوم خراج عقیدت

سید عارف محمود مہجور رضوی

دارالفیض گنج بخش حضرت لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

17/03/08

تذکارِ موسیٰ

سید عارف محمود مہجور رضوی

ممکن نہیں کہ مل سکے تاریخ میں نظیر
اک نعمتِ خدا تھا کہ موسیٰ کہیں جسے
مہجور تھا جہاں میں وہ اپنی مثال آپ
"ایسا کہاں سے لاؤں کہ "اُس سا" کہیں جسے"



تقسیم یوں کرے گا بھلا کون اب کتب
اب کون التزام سے آئے گا سب کے کام
متلاشیانِ حق کی کرے کون پرورش
کس سے ملیں گے اب ہمیں لطف و عطا کے جام

موسیٰ دوراں عصائے پیریم   آں تسلی بخش دردل گیریم
پیر غلام دستگیر نامی

تذکارِ موسیٰ

حکیم اہل سنت **حکیم محمد موسیٰ امرتسری**
کے آٹھویں سالانہ عرس مبارک ۸ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ
اگست 2007 کے موقع پر تقسیم کی گئی۔

سید عارف محمود مہجور رضوی

دارالفیض گنج بخش حضرت لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۴۴

بیاد: امام الاولیاء سلطان الاصفیاء، حضرت شیخ سیّد علی ہجویری

معروف بہ **داتا گنج بخش** لاہوری قدس سرہ العزیز

بفیضانِ نظر: محقق عصر حکیم اہل سُنّت **حکیم محمد موسیٰ** (امرتسری رحمۃ اللہ علیہ)

بانی مرکزی مجلس رضا لاہور

کتاب .... تذکار موسیٰ

تصنیف .... سید عارف محمود مہجور رضوی

اہتمام: .... میاں زبیر احمد قادری ضیائی

ناظم اشاعت .... میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی

کمپیوٹر کیلی گرافی .... ملک غلام رسول (فائق پرنٹرز گجرات)

سن اشاعت .... شعبان ۱۴۲۸ اگست ۲۰۰۷ء

تعداد .... گیارہ صد

ہدیہ .... ایصال ثواب امت رسول اللہ ﷺ

نوٹ: بیرونجات کے حضرات ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب فرمائیں۔

ملنے کے پتے

دار الفیض گنج بخش

☆ 55 حکیم محمد موسیٰ روڈ (ریلوے روڈ، گوالمنڈی) حضرت لاہور

فون: 092-042-7671389

☆ حکیم محمد سلیم مرتضائی، مرتضائی دواخانہ، بالمقابل جامع مسجد اسلامیہ کالج

سرگودھا روڈ فیصل آباد فون: 041-8863014

انتساب

محسن پاکستان

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

کے نام

حرفِ آغاز

مطبِ مُوسوی پر معمول کی ایک حاضری کے موقع پر قبلہ حکیمِ اہلِ سُنّت نے ارشاد فرمایا ''کسی زمانے میں حضرت پیر غلام دستگیر نامؔی مرحوم و مغفور نے فقیر کے بارے میں ایک شعر کہا تھا۔ کاغذ لیں اور اس کو نقل کر لیں''۔ حسب الحکم شعر نقل کر لیا گیا۔ دوبارہ ارشاد ہوا ''اسے اپنے پاس محفوظ کر لیں کبھی کام آئے گا''۔ تعمیلِ ارشاد میں کاغذ کا یہ عام سا ٹکڑا ایک لمحۂ محفوظ کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ اور بات آئی گئی ہوگئی۔

مُوسیِ دوراں کی زندگی میں ان کے دانشکدۂ علم و حکمت پر حاضر باش حضرات اہلِ علم و فضل کی فہرست خاصی طویل ہے۔ اس فہرست میں ہر شعبۂ حیات سے متعلق نمایاں شخصیات کی تعداد خصوصیت کی حامل ہے۔ ان خاص الخاص حضرات میں بعض تو ایسے خوش نصیب بھی تھے جو ہر روز اس مربی علم و ادب کے فیضِ صحبت سے فیض یاب ہونے کا شرف پاتے اور اپنی اپنی علمی اور روحانی تشفی کے اسباب سے بہرہ مند ہوتے تھے اس احقر کو تو یہ سعادت سال بھر میں معدودے چند مرتبہ ہی حاصل ہوا کرتی تھی۔ مگر اس سب کے باوجود ؏ پسلی پھڑک اٹھی نگہِ انتخاب کی۔ کے مصداق حضرتِ نامؔی کے گرانقدر شعر کی تحریر و حفاظت کے لیے اپنے اوپر خصوصی شفقت کی حکمت گزشتہ کئی سالوں تک راقم الحروف کی سمجھ سے بالاتر رہی۔ تا آنکہ ''تذ کارِ مُوسیٰ'' کی ترتیب و تدوین کا مرحلہ آن پہنچا۔ اس دوران میں کئی ایک محبانِ مُوسیٰ سے بطور تصدیق اس شعر کی موجودگی کے بارے میں آگاہی چاہی تو سب نے بیک زبان اس بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے میرے خیال کو مزید تقویت ملی کہ یہ معاملہ بندہ و بندہ نواز ہی کے مابین تھا۔

آج جب ''تذ کارِ مُوسیٰ'' اس بے بضاعت کے قلم کو شرفِ تکمیل بخشتے ہوئے

زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے تو حضرتِ نامی علیہ الرحمۃ کی امانت کی حفاظت کے لیے اس احقر کے انتخاب کی حکمت خود بخود طشت از بام ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جسے آپ حکیمِ اہلِ سُنّت کی مومنانہ فراست قرار دیں یا محققانہ دور اندیشی! میرا وجدان اسے محققِ عصر، محسنِ علم و ادب، مخدومِ دین و ملت حضرتِ الحاج حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری نوراللہ مرقدہٗ کی ایک زندہ کرامت سے کم کسی توجیہ کا درجہ دینے پر آمادہ نظر نہیں آتا۔ جنہوں نے اپنے وصال مبارک سے کئی سال قبل میرے نہاں خانۂ دل و دماغ میں پنہاں ''تذ کارِ مُوسیٰ'' کی مہک کو روحانی طور پر محسوس کیا اور پھر اس یادگار شعر

مُوسیِ دوراں عصائے پیریم   آں تسلّی بخش در دل گیریم

کا اس احقر کو امین بنایا۔

خدائے لم یزل کا بے پایاں شکر و احسان ہے کہ آج اپنی اس نیاز مندانہ کاوش ''تذ کارِ مُوسیٰ'' کی بسم اللہ اس متاعِ گم گشتہ سے کرتے ہوئے ایک اہم فرض اور قرض کی ادائیگی سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔ یہ بات جہاں میری قلبی اور روحانی تسکین و راحت کے ساتھ ساتھ انتہائی مسرت و انبساط کی حامل ہے وہاں آپ سب حضرات کے لیے یقیناً ایک خوشگوار حیرت و دریافت کا باعث بنے گی۔

آخر میں محبّ محترم میاں زبیر احمد قادری ضیائی اور ان کے دستِ راست برادرم محمد ریاض ہمایوں سعیدی صاحبان کا تہِ دل سے ممنون ہوں کہ جن کی مخلصانہ مساعی سے ''تذ کارِ مُوسیٰ'' اپنی تمام تر رعنائیوں سے مزین ہو کر آپ کے ذوقِ عقیدت و محبت کی جلا کے سامان کے ساتھ آپ کے درِ فکر و نظر پر دستک دے رہا ہے۔

احقر العباد

یکم جولائی ۲۰۰۵ء   سیّد عارف محمود مہجورؔ رضوی

اظہارِ خیال

منظوم تقریظ

مہجور دوست عارفِ رضوی نشان نے
''تذکار'' لکھ کے وصل کا ساماں بنا دیا
کر کے صفاتِ مُوسِیِ امرتسری رقم
امرت کا رس اہلِ جہاں کو پلا دیا
یوں ہو کے دل سے حضرتِ مُوسیٰ سے ہم کلام
زورِ بیاں کے ہاتھ میں حق کا عصا دیا
شوق و سرودِ شعر کے دریا ہوئے رواں
فرعونیوں کو بحرِ سخن میں بہا دیا
دل میں لئے یوں حضرتِ مُوسیٰ کی یاد کو
جیبِ قلم کے ہاں یدِ بیضا دکھا دیا
امرتسری حکیم وہ دانائے رمز و راز
اُس کی بہارِ زیست کا گلشن سجا دیا
شعر و سخن میں لطف و محبت کی رونقیں
لفظوں سے آنجناب کا چہرہ دکھا دیا

نام و مقامِ احمد رضا خاں بریلوی
کس نے کیا بلند ، جہاں کو سجھا دیا
کیا کیا نہ ہم کو اُس سے میسّر فیوض تھے
شعروں میں شرح و بسط سے وہ سب بتا دیا
افسوس ہم نے خادمِ دیں کی نہ قدر کی
صد حیف ہم نے محسنِ ملت گنوا دیا
آباد جس سے علم و ادب کی تھیں محفلیں
عارف نے اس کی یاد دلا کے رُلا دیا
ہر صنفِ شعر میں ہے ودیعت اسے درک
مہجور کو خدا نے ہے ذہنِ رسا دیا
علم و ادب میں اس کا زمانہ ہے معترف
تحقیق میں بھی اس نے ہے سکہ بٹھا دیا
یادیں جگا کے احمدؔ رنگیں بیان کی
پھر سے جہانِ فکر کو ہے جگمگا دیا
صد مرحبا اے عارفِ مہجور مرحبا
صد مرحبا یہ وصل کا دستور مرحبا

(پروفیسر ڈاکٹر) احمد حسین احمدؔ قلعداری ۲۹/۰۳/۲۰۰۵

(تمغۂ امتیاز) گجرات

گلدستۂ عقیدت

محترم حکیم محمد مُوسیٰ صاحب امرتسری سے میرا غائبانہ تعارف مکرمی جناب جمیل رضوی کی وساطت سے ایک عرصہ رہا مگر میں رضوی صاحب کے ہمراہ اُن سے ملاقات کا ارادہ ہی کرتا رہ گیا۔ اس اثناء میں ایک بار فون پر گفتگو کا ضرور موقع ملا جس میں انہوں نے مسجدِ نبوی شریف میں منقوش بعض عربی اشعار کے حوالے سے کچھ مفید معلومات عنایت فرمائیں۔ حکیم صاحب کی رحلت پر سخت قلق ہوا کہ یہ ادھوری ملاقات پوری نہ ہوسکی۔

''تذکارِ مُوسیٰ'' کے عنوان سے جناب سیّد عارف محمود مہجور رضوی کے منظوم خراجِ عقیدت کو دیکھ کر یہ حسرت تازہ ہوگئی۔ جناب مہجور نے اپنے ممدوح کو ''حکیمِ اہلِ سُنّت'' کے لقب سے یاد کرتے ہوئے اُن کے علم واخلاص، عُلوِ ہمت اور پیری میں اُن کے عزمِ جواں کا تذکرہ بھرپور محبت وعقیدت کے ساتھ کیا ہے۔ ''فرشتہ منش حکیمِ اہلِ سُنّت'' اور ''خرد پرور محمد مُوسیٰ'' جیسے تاریخی مادوں سے اُن کا سالِ وفات (۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) برآمد کیا ہے۔

مہجور صاحب جب اپنے ممدوح کی شان میں پے بہ پے قصائد وقطعات نظم کرتے ہوئے انہیں ''نابغۂ عصر'' اور ''بحرِ بیکراں'' جیسے نو بہ نو القاب سے یاد فرماتے ہیں تو اُن کے وفورِ ارادت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ آخر میں انہوں نے

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بُوئے دوست

کے مصداق اپنے ممدوح کے ممدوح، اُن کے استادِ محترم، اُن کے والدِ بزرگوار، اُن کے پیرومرشد، بھائی اور داماد سب کی نسبت سے منظومات پیش کی ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ گلدستۂ عقیدت حکیم صاحب مرحوم کے مُحبین ووابستگان کے لیے خاصے کی چیز ثابت ہوگا۔

۲۹ مئی ۲۰۰۵ء

(پروفیسر ڈاکٹر سیّد) خورشید رضوی

سابق صدر شعبۂ عربی گورنمنٹ کالج لاہور

ترجمانِ افکارِ رضا

حکیمِ اہلِ سُنّت حضرت حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری قدس سرہ ایک بے مثال محقق، ماہرِعلوم وفنون اور فکرِ رضا کے حقیقی ترجمان تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کی توانائیاں اور صلاحیتیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ سابقہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی اور دینی خدمات کو دنیائے علم وفضل میں متعارف کروانے کے لیے وقف کر دیں۔ وہ اس نابغۂ روزگار ہستی کے افکار ونظریات کو لے کر اٹھے اور برصغیر کے گوشہ گوشہ کو منوّر کرتے چلے گئے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کے انوار کو عام کرنے کے لیے مرکزی مجلسِ رضا قائم کی۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات شائع کر کے لاکھوں کی تعداد میں بلا معاوضہ تقسیم کیں۔ اسی طرح انہوں نے اعتقادی بیداری اور عقائد اہلِ سُنّت کی آبیاری میں اہم کردار ادا کیا۔ حکیمِ اہلِ سُنّت کی اس عالمگیر تحریک کا ہی فیضان ہے کہ یہ علمی خزانے ان لوگوں تک بھی پہنچے جو اعلیٰ حضرت کے نام سے بھی آشنا نہ تھے۔

اشاعتی شعبہ کی بیداری کے علاوہ حکیمِ اہلِ سُنّت نے اہلِ قلم اسکالرز کا ایک ایسا طبقہ پیدا کیا جو فکرِ رضا کو مختلف انداز میں پھیلاتا چلا گیا۔ ایسے نوجوانوں کو تربیت دی جو بعد میں علوم وفنونِ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمان بن کر منظرِ عام پر آئے۔ سیّد عارف محمود مہجور رضوی ایسے ہی جواں سال سکالر ہیں جنہوں نے حکیمِ اہلِ سُنّت کے دسترخوانِ علوم سے وافر حصہ پایا۔ یہ نوخیز سکالر شعری ادب کے ذوق کا شعور لے کر مجالسِ حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری میں شامل ہوئے اور اپنی خداداد قابلیت کی بدولت ان مجالس سے بڑی حد تک فیض یاب ہوئے۔ حکیمِ اہلِ سُنّت نے جناب مہجور رضوی کے علمی ذوق و شوق کو جلا بخشی اور ان کے فکر وقلم کا رخ اعلیٰ حضرت کے علوم وفنون کی طرف موڑ دیا۔ یوں

اس نوجوان اسکالر نے تھوڑے ہی عرصہ میں وہ کچھ حاصل کرلیا جو ایک طویل مدت کی ریاضت کے بعد میسّر آتا ہے۔

حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ بذاتِ خود شاعر نہیں تھے مگر وہ شعرا کے کلام کے اسرار و رموز سے بخوبی آگاہ تھے اور شاعری کے نکات سے کما حقہ واقفیت رکھتے تھے۔ ان کا شعری انتخاب ہمیشہ لاجواب ہوتا تھا۔ فنِ تاریخ گوئی (جو اِن دنوں ناپید ہوتا جارہا ہے) میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے۔ ان کے استخراج فرمودہ تاریخی مادے نامور شعرائے کرام کے قطعات کی زینت بنا کرتے تھے۔ مجالسِ مُوسوی میں ابوالطاہر فدا حسین فدا کو ایک اہم مقام حاصل تھا۔ سیّد عارف محمود مہجورؔ رضوی نے حکیمِ اہلِ سُنّت کے اس علمی جلیس کو حکیمِ اہلِ سُنّت کی ترغیب پر شاعری میں اپنا راہنما بنایا اور ان کی زیرِ سرپرستی مشقِ سخن کی منازل طے کیں اور اپنے اشعار کو فنِ تاریخ گوئی سمیت دیگر اصنافِ سخن کی خوشبوؤں سے معطّر کیا۔

سیّد مہجور رضوی حضرت حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری قدس سرہ کی علمی و اعتقادی جدوجہد سے بڑے متاثر اور ان کی دینی و ملی خدمات کے حقیقی معنوں میں معترف ہیں۔ حکیم صاحب کی زندگی میں، اور پھر ان کی زندگی کے بعد انہوں نے اپنے ممدوح کی علمی و عملی خدمات کو بے حد سراہا۔ داد دی، ہدیۂ تحسین پیش کیا۔ ان کے رشحاتِ قلم نظم اور نثر میں سامنے آئے تو وہ حکیم صاحب کے ذکر و اذکار سے مالا مال تھے۔ اہلِ علم و فکر نے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ زیرِ نظر کتاب ''تذکارِ مُوسیٰ'' حضرتِ سیّد عارف محمود مہجورؔ رضوی کا انہی منظومات پر مشتمل ایک بھرپور خراجِ عقیدت ہے۔ جو محقّقِ عصر، ترجمانِ فکرِ رضا، بانیٔ مرکزی مجلسِ رضا حضرت حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری کی بارگاہ میں پیش کیا جارہا ہے۔ ''تذکارِ مُوسیٰ'' اگرچہ مختصر ہے مگر ''کوزے میں دریا بند'' کی عمدہ مثال ہے۔ بعض مقامات پر گماں ہوتا ہے کہ ''تذکارِ مُوسیٰ'' ایک گلزارِ معانی ہے۔ شعر و سخن کا ایک بحرِ زخّار ہے۔ جو عقیدت و محبت کے موتیوں

سے بھرا پڑا ہے۔

سیّد عارف محمود مہجور رضوی نے ''مجلسِ رضا کی کہانی'' رباعیات کے انداز میں بیان کی ہے جو لوگ حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی قدس سرہ کے تعلق سے جانتے ہیں وہ ان رباعیات کے مطالعہ سے نہ صرف حظ اٹھائیں گے بلکہ مرکزی مجلسِ رضا کی تاریخ کے جملہ پہلوؤں سے بھی آ گاہی حاصل کریں گے۔ حکیم صاحب کی رحلت پر کہے گئے قطعاتِ تاریخ کے علاوہ ''نابغۂ عصر'' کے عنوان سے ہدیۂ تحسین پیش کر کے قدیم اساتذہ سخن کا رنگ جما دیا ہے اور ''بحرِ بے کراں'' میں عقیدت ومحبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے۔ تمام منظومات اظہارِ جذباتِ عقیدت کے ساتھ ساتھ جناب مہجور رضوی کے غم زدہ دل کی دھڑکن ہیں۔

''تذکارِ موسیٰ'' دراصل حکیمِ اہلِ سُنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا ایک ''مرقع'' ہے ان سے محبت کا ایک ''گلدستہ'' ہے۔ ان کی علمی خدمات کا ایک ''اعترافیہ'' ہے۔ ان کے افکار پر دادو تحسین کا ''خیاباں'' ہے۔ ان کے مزار پر ایک ''روشن چراغ'' ہے۔ ان کے احباب کے لیے ''ارمغانِ مہجور'' ہے اور ان کے عقیدت مندوں کے لیے ''چراغِ طور'' ہے۔

اے کلیمِ وادیٔ احمد رضا
یارِ ما ''محمودِ ما'' ''مہجورِ ما''

۲۰۰۵-۷-۲۷

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
نگران مرکزی مجلسِ رضا۔ لاہور

آئینۂ اسلاف

حضرتِ حکیمِ اہلِ سُنّت حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری (چشتی نظامی قادری) علیہ الرحمۃ اہلِ علم و دانش کے سچے اور سچے وارث ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ علم کے دیانت دار امین بھی تھے۔ علمی وراثت کی منتقلی میں انہیں درجۂ کمال حاصل تھا۔ اپنے حلقہ بگوشوں اور ہم نشینوں تک بات ہی بات میں بہت کچھ پہنچا دیتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ علم و تحقیق اور حکمت و دانش کے گہر ہائے آبدار ایسے غیر محسوس طریقے سے مخاطب کی جھولی میں ڈال دیتے کہ گویا اسے بارِ منّت و ممنونیت کے احساس تک سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم صاحب علیہ الرحمۃ نوجوانوں پر خصوصی شفقت فرماتے۔ خصوصاً علم وقلم اور تصنیف و تحریر سے وابستہ مبتدیوں کو خوب نوازتے تھے۔ گویا وہ ''جوانوں کو پیروں کا استاذ'' کرنے میں مہارتِ تامّہ رکھتے تھے۔ اسلاف کا علمی و روحانی اور اخلاقی ورثہ اخلاف تک منتقل کرتے کرتے وہ پچھلی اور اگلی نسلوں کے درمیان ''برزخِ کبریٰ'' اور ''واسطۃ العقد'' کی حیثیت اختیار کر گئے تھے۔

حضرت حکیم صاحب مرحوم کے علمی پروردگان میں سے مجالسِ مُوسوی کے ایک فیض یافتہ صاحبِ علم و قلم شاعر اور ادیب سیّد عارف محمود مہجورؔ رضوی بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنے جذباتِ عقیدت اور قلبی احساسات کو موزوں اور مرصّع مصرعوں کی لڑیوں میں عقیدت واحترام سے پرو کر حضرت حکیم صاحب کے حضور نذرانۂ مودت و مروّت پیش کیا ہے۔

جناب سیّد مہجورؔ نے حکیم صاحب کی شخصیت کا بھرپور اثر قبول کیا ہے اور سالہا سال ان کی فیض سے بھرپور مجالس کی برکات سے بہرہ یاب ہوئے ہیں۔ جس کی جھلکیاں جا بجا ''تذکارِ مُوسیٰ'' کے صفحات پر مرقوم سطروں اور مصرعوں میں نظر آتی ہیں۔

ان مناقب و منظومات کا مطالعہ کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ ایک محبِ صادق اپنے محبوب و مربی کے حضور والہانہ انداز سے حاضر ہے اور اپنی شاعرانہ صلاحیت اور جودتِ فکر کے ذریعے اس مرشدِ معنوی کی شخصیت کے مختلف حسی اور معنوی کمالات کو نکھار کر سامنے لانا چاہتا ہے اور اہلِ عالم تک اس کے ہمہ جہت پیکر میں پوشیدہ محاسن و اوصاف کو پہنچا کر ذہنی اور روحانی تسکین کے حصول کا متمنی ہے۔

یقیناً بڑوں کی یاد اور بزرگوں کا تذکرہ باعثِ برکت بھی ہوتا ہے اور وجہِ نزولِ رحمت بھی۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن — تابہ بماند نامِ نیکت پائیدار

یہ ایک طرح کا قرض بھی ہے کہ اپنے محسن و مربی کو یاد رکھتے ہوئے اس کے احسانات اور نوازشات کو دہرایا جائے تاکہ کچھ شکرانہ ادا ہو سکے۔ بزرگوں کا فرمان ہے... ادب اور خدمت سے علم نفع بخش ہو جاتا ہے۔ جبکہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

(جس نے بندوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہ کیا)

اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''تذکارِ مُوسیٰ'' کے مصنف کی طرف سے اظہارِ تشکر اور تحدیثِ نعمت کا ایک بہترین اسلوب اور قابلِ قدر انداز ہے۔ جس کے مقبول و ماجور ہونے میں شک نہیں کیا جا سکتا۔

راقم السطور چونکہ خود بھی خرمنِ مُوسوی کے خوشہ چینوں میں سے ہے لہذا سیّد مہجور رضوی کی آواز میں آواز ملاتے ہوئے عرض گزار ہے۔

اے حسنِ انتخابِ بارگاہِ مُوسوی
اے شاھدِ شبابِ بارگاہِ مُوسوی
تو بھی ہوا مجالسِ مُوسیٰ سے مستفید
میں بھی ہوں فیضیابِ بارگاہِ مُوسوی

☆

پا رہے ہیں علم و فن کی روشنی اہلِ طلب
ہے فروزاں آج تک بھی شاہراہِ مُوسوی
یاد رکھیں گے قیامت تک اسے اہلِ نظر
رہنمائے اہلِ حکمت بارگاہِ مُوسوی

فیضیابِ بارگاہِ مُوسوی

(مولانا) محمد شہزاد مجدّدی عفی عنہ — ۱۱/۰۷/۰۵

دارالاخلاص، حکیم محمد مُوسیٰ روڈ۔ لاہور

شمع، تاریک فضاؤں میں جلانے والے

''آپ نے میرے حالات طلب کیے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ میرے مرنے کے بعد بہت سا مواد آپ کے ہاتھ لگ جائے گا''۔ یہ جواب جناب نذیر رانجھا کو دیا گیا جب انہوں نے مشاہیر کے کوائف پر مبنی کتاب شائع کرنے کے ارادہ سے حضرت حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے حالات دریافت کیے تھے۔ (بحوالہ فہرست ذخیرۂ کتب حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری، ص ۲۰، جلد چہارم، مطبوعہ لاہور)

''تذکارِ مُوسیٰ'' کے مصنف جناب سیّد عارف محمود مہجورؔ رضوی کے بقول یونہی ایک دن بیٹھے بٹھائے مورّخ شہیر پیر غلام دستگیر ناؔمی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر انہیں تحریر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا ''رکھ لیں کبھی کام آئے گا'' حالانکہ اس حقیقت سے ایک عالم آگاہ ہے کہ حضرت والا اپنی مدح وتوصیف سننے اور ذاتی نمود ونمائش کے فروغ کے قطعاً روادار نہ تھے مگر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

کون بندہ یقین سے کہہ سکتا ہے کہ میرے بعد مجھ پر کتابیں تصنیف ہوں گی اور میرے حالات تفصیل سے لکھے جائیں گے جن سے نذیر رانجھا جیسے اہلِ قلم استفادہ کریں گے میرے بعد میرا منظوم تذکرہ شاعرِ شہیر سیّد عارف مہجورؔ رضوی رقم کریں گے اور یہ شعر ان کے کام آئے گا۔ ''مہروماہ'' کا ''یادگارِ مُوسیٰ'' منظرِ عام پر آئے گا۔ ''جہانِ رضا'' کا خاص نمبر چھپے گا۔ ماہنامہ ''کنزالایمان'' کو یہ سعادت نصیب ہوگی۔ سیّد جمیل احمد رضوی صاحب اپنی یادداشتیں مرتب کریں گے اور..............اور.............. ہاں! عام آدمی کو شاید ان باتوں کا علم نہ ہو ایک مردِ مومن حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمانِ ذیشان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ایسے درویش اور مومن مردوں کے تذکرے لکھنے کی ایک روایت

اسلام میں قرنِ اول سے ''مغازی'' کی کتب سے بندھی چلی آ رہی ہے جو آج صوفیائے کرام کے تذکروں کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آج کا قاری ان تذکروں کی جانب اس لیے زیادہ متوجہ نہیں کہ ''کرامات'' کی یکسانیت اور بھرمار اسے بور کر دیتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں ایسی کرامات کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ ایک متحرک وفعال، تاریخ ساز، محقق نواز اور سب سے بڑھ کر ایک کارکن نما پیشوائے علم و عمل شخصیت کو اس کے حقیقی روپ میں پیش کر دیا گیا ہے۔ وہ کارہائے نمایاں جو رہتی دنیا تک حکیمِ اہلِ سُنّت کا نام زندہ رکھیں گے (جن کا تذکرہ وہ اپنی ظاہری حیات میں کرنا اور سننا تک پسند نہیں فرماتے تھے) ان کو منظوم شکل دی گئی ہے۔

''تذکارِ مُوسیٰ'' کے خصائص میں سے چند ایک

(ا) حکیمِ اہلِ سُنّت قدس سرہ پر یہ پہلا منظوم تذکرہ ہے۔

(ب) اس میں نہ صرف صاحب تذکرہ کا تفصیلی ذکرِ خیر موجود ہے بلکہ ان کے ممدوحِ مکرّم، استاذی المعظم، والدِ محترم، مشائخِ طریقت کے قطعاتِ تاریخ ہائے وصال کے ساتھ ساتھ پیرانہ سالی میں داغِ مفارقت دینے والے برادرِ بزرگ اور جوانمرگ داماد کے قطعاتِ تاریخِ رحلت بھی شاملِ کتاب ہیں۔ (ان میں سے بیشتر قطعات ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور کے ''اعترافیہ'' (اگست ۱۹۹۷ء) میں اشاعت پذیر ہونے کے باعث حکیمِ اہلِ سُنّت کے ملاحظہ عالی کے شرف سے مشرف ہو چکے ہیں)

(ج) صاحب تذکرہ کے لیے رثائی نظموں سے پہلے کتاب میں شامل ''سپاسِ عقیدت'' اور ''نذرانۂ عقیدت'' (قطعات) کو بھی ''جہانِ رضا'' کے ''اعترافیہ'' کی بدولت قبلہ حکیم صاحب کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ ''تذکارِ مُوسیٰ'' کے مصنف کی تحریک و

اہتمام سے شائع شدہ اس خصوصی اشاعت کو اس لحاظ سے اولیت کا شرف حاصل ہے کہ کسی بھی جریدہ کا حکیم اہلِ سُنّت پر چھپنے والا یہ سب سے پہلا نمبر تھا۔

(د) دو طویل نظمیں بعنوان ''نابغۂ عصر'' اور ''بحرِ بے کراں'' جن کا ہر مصرع ''بے جا نہیں کہیں جو'' کے ٹکڑے سے شروع ہوتا ہے۔ اس قدر حقائق افروز ہیں کہ انہیں ''مریداں می پرانند'' والی بات کہہ کر صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا بلکہ ہر دو منظومات کے نوے اشعار کا ہر مصرع ایسی سچائی ہے کہ اسے **Universal Truth** کا درجہ حاصل ہے۔

(ھ) ''مجلسِ رضا کی کہانی'' کے مطالعہ سے مرکزی مجلسِ رضا کے آغاز سے انجام تک کے حالات و واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ جس سے حکیم اہلِ سُنّت کی شبانہ روز مردانہ وار جدو جہد کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے۔ یہ کہانی بانیِ مجلسِ رضا کی مجاہدانہ اور مخلصانہ خدمات کا حقیقی معنوں میں اعترافیہ ہے۔

الغرض یہ تذکرہ اپنے **Ingrediants** کے اعتبار سے ایک مکمل اور جامع تذکرہ ہے۔ جس کے مصنف، صاحبِ تذکرہ کی طرح گوشہ نشینی میں دست در کار کے قائل ہیں میرے خیال میں ان کا عقیدہ ہے۔ ع نام اپنا ان کے ذکر سے چمکا رہا ہوں میں

خدا سے دعا ہے کہ وہ رحیم و کریم ذات بابرکات اس چمک سے ہماری رہگذر بھی جگمگا دے اور پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کے صدقہ میں کل قیامت کو ہمیں اس گروہ میں سے اٹھائے جس میں سعید نعمانی ☆ غلامِ مصطفیٰ حضرت حکیم محمد مُوسیٰ چشتی نظامی قادری رضوی ہوں اور ان کی زیرِ قیادت ہم سب پڑھ رہے ہوں۔

مُصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

☆ قلمی نام

یکم جولائی ۲۰۰۵ء

(پروفیسر) ریاض مفتی۔ گجرات

ناطقہ سر بگریباں کہ

''فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں''مؤلفہ محترم پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی کے ابتدائی تین ایڈیشن مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے زیرِ اہتمام شائع ہو کر ہزاروں کی تعداد میں دنیا کے گوشے گوشے میں مفت تقسیم ہوئے۔ بعدازاں اس گرانقدر کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری بوجوہ رضا پبلی کیشنز۔ لاہور کو تفویض ہوئی۔ جس نے ۱۹۷۸ء میں کتاب مذکور کا چوتھا ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت پائی۔ اس کتاب پر نظر ثانی کے فرائض جناب مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے سرانجام دیئے۔ ''فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں'' کا یہی موخرالذکر ایڈیشن اس وقت میرے پیشِ نظر ہے جس کے آخری صفحات (۲۱۵ تا ۲۲۴) پر مشتمل ''اختتامیہ از ظہور الدین خان سیکرٹری مجلس رضا لاہور'' شامل کتاب ہے۔ ص ۲۲۲ پر تحریر ہے۔

(کراچی کے ایک صاحب جو اپنے آپ کو اہلِ سُنّت کی مخالفت کے لیے وقف

کیے ہوئے ہیں، نے مرکزی مجلس رضا کے روحِ رواں جناب حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری سے ایک ملاقات میں کہا:

''ہم تو آپ کے اعلیٰ حضرت کو دفن کر چکے تھے مگر آپ نے پھر زندہ کر دیا ہے۔ لہذا اب ہمیں مزید پچاس سال دن رات کام کرنا پڑے گا''۔

اس پر حکیم صاحب نے فرمایا ''گویا آپ کو مزید پچاس سال کذب وافتراء کا وظیفہ پڑھنا پڑے گا'' اس پر وہ خاموش ہو گئے)

انہی ایام میں ہو بہو یہی الفاظ حضرت حکیم صاحب قبلہ نے اپنے ایک انٹرویو (مطبوعہ ہفت روزہ ''الہام''۔ بہاولپور۔ اپریل ۱۹۷۵ء) میں انٹرویونگار جناب محمد رضاء المصطفیٰ چشتی کے ایک سوال کے جواب میں بھی ارشاد فرمائے (مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے ابتدائی سنہری دور کا یادگار یہ انٹرویونشرِ مکرّر کے طور پر ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور کے خصوصی نمبر برائے حضرت حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (اکتوبر، نومبر ۲۰۰۰ء) میں بھی من وعن شائع ہو چکا ہے)۔

اورتو اور حضرت حکیم صاحب قبلہ سے منسوب اس حوالہ کی تائیدِ مزید جناب مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کے اس تعزیتی خطاب سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے حکیمِ اہلِ سُنّت کے ختمِ چہلم کی تقریب منعقدہ داتا دربار مسجد میں ارشاد فرمایا اور جسے راقم الحروف نے خود اپنے ان گنہگار کانوں سے سماعت کیا۔

مگر انتہائی مقامِ حیرت وافسوس ہے کہ یہی مولانائے محترم محض چند سالوں کے فرق سے حافظہ کی اس قدر شدید کمزوری کا شکار نظر آتے ہیں کہ ان کا ''مجبور ومستعار قلم'' ان کی ''زبان فیض ترجمان'' کی ہمنوائی سے معذور وقاصر ہے۔ موصوف کے ایک مضمون بعنوان ''پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اگست ۲۰۰۴ء)

میں موجود دیگر کئی ایک خلاف واقعہ و حقیقت دعوؤں سے قطع نظر سرِ دست یہ ''انکشاف'' ہی ہماری تمام تر معروضات کے معرضِ تحریر میں آنے کا باعث ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

''ایک دفعہ ایک صاحب نے کہا تھا: ہم تو احمد رضا بریلوی کو دفن کر چکے تھے۔ ایک پروفیسر نے انہیں قبر سے نکال کر پھر زندہ کر دیا ہے اب ہمیں مزید پچاس سال کام کرنا پڑے گا۔''

بطور ماہرِ رضویات محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا نام، کام اور مقام مسلّمہ حیثیت کا حامل ہے۔ جسے اس قسم کے مصنوعی سہاروں اور استعمال شدہ حوالوں کی ہرگز کوئی حاجت نہیں۔ بات تو حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم کے تجاہلِ عارفانہ پر مبنی ''الہام'' کی ہو رہی تھی۔ جس پر مزید کسی بھی تبصرہ کا حق اپنے محترم قارئین کو دیتے ہوئے فقط اتنا کہنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

خامہ انگشت بدنداں کہ ، اسے کیا لکھیۓ!
ناطقہ سر بگریباں کہ ، اسے کیا کہیۓ!

۱۳ جولائی ۲۰۰۵ء

محمد ریاض ہمایوں سعیدی غفرلہٗ
صدر دارالفیض گنج بخش، لاہور

حصّہ اول

تذکارِ مُوسوی لئے حاضر ہوں دوستو
اہلِ نظر کو جس سے میسّر سکون ہے
مہجورؔ ایک تم ہی نہیں ، سب ہیں کہہ رہے
مُوسیٰ ، جہانِ علم کا محکم ستون ہے

یا اللہ جل جلالہ

''مرے دل کو صبر و قرار دے — مرے بگڑے کام سنوار دے''
جو خزاں سے ہو ناآشنا — مرے باغ کو وہ بہار دے
غمِ دو جہاں کا مرے خدا — مرے سر سے بوجھ اتار دے
رہوں تیرے در کا سدا گدا — مجھے ایسا دار و مدار دے
کروں تری ذات پہ اکتفا — مری سوچ کو وہ سنگار دے
ترے نام سے کروں ابتدا — مجھے ایسے لیل و نہار دے
مجھے اپنے پیارے حبیب ﷺ کا — غم و درد و عشق دے، پیار دے
ترے دین سے میں کروں وفا — مرے دل کو ایسی پھوار دے
مجھے بندگی کا ادب سکھا — مری زندگی کو قرار دے
میں گروں تو تیرا ہو آسرا — میں اٹھوں تو مجھ کو نکھار دے
کروں تیرے نام پہ جاں فدا — مرے جذبِ دل کو ابھار دے

مرا دو جہاں میں بھرم بچا — مری دین و دنیا سنوار دے
مُڑے تیری راہ پہ جو سدا — مرے ہاتھ میں وہ مہار دے
مجھے سیدھے رستے ہی پہ چلا — رہِ گمرہی سے فرار دے
نہ ہو جس میں مولیٰ تری رضا — مجھے ایسا کوئی نہ کار دے
رہے دُور مجھ سے ہر اک بلا — مری زندگی یوں گزار دے
مجھے ہر مرض سے تو دے شفا — کبھی مفلسی کی نہ مار دے
جہاں برسے ابرِ کرم ترا — مجھے رہنے کو وہ دیار دے
مجھے اپنے فضل کی دے ردا — مجھے رحمتوں کا خمار دے
مرے ساتھ رکھ تو کرم روا — مجھے مانگنے کا شعار دے
مجھے حاسدوں سے بچا خدا — مرے دشمنوں کو تو ہار دے
جو ستائے مجھ کو ہے ناروا — کبھی ایسا کوئی نہ یار دے
مرے محسنوں کو تُو برملا — دو جہاں میں عز و وقار دے
مجھے آبرو تو ہی کر عطا — مری آل کو بھی وقار دے
مجھے اپنی چادرِ لطف کا — جہاں جاؤں حفظ و حصار دے
تو معاف کر دے ہر اک خطا — مرا ہر نفس یہ پکار دے
تو قبول کر کے مری دعا — مجھے اپنی سوچ ، بچار دے
نہیں کوئی مجھ سا کہیں بُرا — مجھے حقِ روزِ شمار دے

کہے پھر سے عارفِ بے نوا
مرے بگڑے کام سنوار دے

زمزمۂ نعت

احمدِ مختار ﷺ کی باتیں کریں — آؤ سب سرکار ﷺ کی باتیں کریں

جس کے صدقے میں ملے دونوں جہاں — اس خدا دیدار کی باتیں کریں

بے ضرورت کیوں کریں ہم گفتگو — مصطفیٰ ﷺ کے پیار کی باتیں کریں

چھٹ ہی جائے گی سراسر تیرگی — مہبطِ انوار کی باتیں کریں

جو شبِ اسریٰ کھلے سرکار ﷺ پر — آؤ اُن اسرار کی باتیں کریں

گنبدِ خضریٰ رہے پیشِ نظر — ضوفشاں دربار کی باتیں کریں

جشنِ میلادالنبی ﷺ ہو جا بجا — آمدِ سرکار ﷺ کی باتیں کریں

آپ ﷺ کی سیرت بنائیں خضرِ رہ — آپ ﷺ کے کردار کی باتیں کریں

اتباعِ مصطفیٰ ﷺ کہتی ہے یہ — آپ ﷺ کے آثار کی باتیں کریں

جس کو قرآں نے کہا نورِ مبیں — اس دُرِ شہوار کی باتیں کریں
زندگی میں روشنی بھر جائے گی — بہتریں اطوار کی باتیں کریں
کیوں رہیں رحم و کرم پر غیر کے — مونس و غم خوار کی باتیں کریں
جن سے وابستہ علاجِ درد ہے — ان در و دیوار کی باتیں کریں
زندگی میں چاہیے گر راستی — سیّدالابرار ﷺ کی باتیں کریں
دشتِ طیبہ سے ہوئے ہیں مستنیر — کیوں گل و گلزار کی باتیں کریں
کون ہے اُن کے سوا اپنا کہیں — جس سے حالِ زار کی باتیں کریں

ہیں غذائے روح یہ مہجورؔ کی
نعتیہ اشعار کی باتیں کریں



جشنِ میلاد النبی ﷺ آؤ منائیں دوستو
دل کے ویرانے کو اک گلشن بنائیں دوستو
آپ ﷺ کی آمد ہوئی ہر سُو سویرا ہو گیا
آپ ﷺ کی آمد پہ کیوں نہ چہچہائیں دوستو

ھدیۂ منقبت

آیئے مہکار کی باتیں کریں
خوش نما تذکار کی باتیں کریں

ثانیِ اثنینؓ ہے جس کا لقب
غار کے اس یار کی باتیں کریں

وہ مرادِ مصطفیٰ ﷺ یعنی عمرؓ
عدل کے شہکار کی باتیں کریں

جس کو ذوالنورینؓ کہتے تھے نبی ﷺ
اس سخی کردار کی باتیں کریں

بابِ علم و شیرِ حق ، مولیٰ علیؓ
حیدرِ کرارؓ کی باتیں کریں

آپ کی عترت کا ذکرِ خیر ہو
آپ کے گھر بار کی باتیں کریں

رہنمائی لیں سبھی اصحابؓ سے
آلؓ کے انوار کی باتیں کریں

سیّدہ خاتونِ جنّت فاطمہؓ دخترِ سرکار ﷺ کی باتیں کریں
راکبِ دوشِ نبی ﷺ حسنینؓ سے سیّد و سردار کی باتیں کریں
سیّدالشہدا شہیدِ کربلاؓ دین کے معمار کی باتیں کریں
حضرتِ سجاد زین العابدینؓ عابدِ بیمار کی باتیں کریں
سیّدہ زینب سلام اللہ علیہ صبر کے معیار کی باتیں کریں
اولیاء و اصفیا پر مشتمل طبقۂ اخیار کی باتیں کریں
بُوحنیفہؓ حضرتِ نعمانؓ کی عظمتِ افکار کی باتیں کریں
غوث الاعظمؓ والیِ بغداد سے شربتِ دیدار کی باتیں کریں
خواجۂ اجمیرؓ شاہِ چشتیاں زُبدہِ ابرار کی باتیں کریں
حضرتِ شیخِ محقق دہلویؓ علم کے سردار کی باتیں کریں
شیخ احمدؒ ، زینتِ سرہند کی جرأتِ کردار کی باتیں کریں
کجکلاہِ علم ، شاہِ فضلِ حقؒ قائدِ احرار کی باتیں کریں
حضرتِ احمد رضاؒئے دینِ حق عاشقِ سرکار ﷺ کی باتیں کریں
سیّدی مُوسیٰ نظامِ قادریؒ صاحبِ تذکار کی باتیں کریں
حضرتِ والا نیازیؒ مردِ حق آبروئے دار کی باتیں کریں
ترجمانِ دین نورانی میاںؒ ضوفشاں ضوبار کی باتیں کریں
ہر زمانے کے لیے کافی ہیں جو ان شرعی اقدار کی باتیں کریں

چھوڑیئے مہجورؔ اُن کا ذکرِ بد
جو سدا انکار کی باتیں کریں

سپاسِ عقیدت

بحضرۃِ حکیمِ اہلِ سُنّت جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلّہ'

اے حکیمِ اہلِ سُنّت اے رفیقِ انس و جاں
صاحبِ علم و فضیلت نازشِ بزمِ جہاں

نامِ نامی آپ کا ہے باعثِ صد افتخار
حکمت و علم و ادب کا ایک بحرِ بے کراں

آپ کے دم سے عبارت ہے عمل کی آبرو
آپ کا دم ہے زمانے میں مودّت کا نشاں

آپ کے اخلاقِ حسنہ کی نہیں ملتی نظیر
خوش کلامی سے تنِ مُردہ میں آ جاتی ہے جاں

آپ کی تحریر کا ہے معترف سارا جہاں
آپ کی گفتار سے ہوتے ہیں گم وہم و گماں

آپ کے فیضاں سے باغِ سُنّیت میں ہے بہار
آپ کا پیغام ہے ہر انجمن میں ضوفشاں

علم اور تحقیق کے متلاشیوں سے پوچھئے
کیا مقام و مرتبہ رکھتے ہیں میرے مہرباں
طالبانِ علم ہوتے آپ سے ہیں فیض یاب
اللہ اللہ آپ کی ان پر کرم فرمائیاں
اہلِ علم و معرفت کا ایک مرکز ہے مطب
علم کی محفل سجی رہتی ہے ہر لحظہ جہاں
آفتابِ علم وحکمت کیوں نہ میں ان کو کہوں
روشنی ہے چار سُو جن کی مثالِ کہکشاں
ہیں شہِ احمد رضا کے آپ دل سے معتقد
اور ان کی شخصیت کے اک حقیقی ترجماں
آپ کے دامن میں مہکے پھول ''بسّی نو'' کے
صاحبِ شرع و طریقت کا ہے جو اک آستاں
آپ ہیں ''قُطبِ مدینہ'' کے بھی ممنونِ کرم
ہے میسّر آپ کو ان سے خلافت بے گماں
آپ فرماتے رہیں اور ہم سبھی سُنتے رہیں
علم و تحقیق و تفحص کے گہر ہائے گراں
آپ ہی کے فیض سے مہجور ہے، خامہ بکف
آپ ہی کے لُطف سے دنیا میں ہے یہ کامراں

نذرانۂ عقیدت

ہر کوئی جانے ہے حقیقت یہ
اہلِ سُنّت کے سب رؤسا تک
اعلیٰ حضرت کا چھڑ گیا جب ذکر
بات پہنچی جنابِ مُوسیٰ تک



نہیں اس میں کلام و اشتباہ کچھ
حقیقت جانتا ہے اک زمانہ
تدبّر میں ، تفکّر میں ، عمل میں
حکیمِ اہلِ سُنّت ہیں یگانہ



نسیمِ صبح کا جھونکا کہیں گر
نہیں اس میں ذرا سی بھی تعلّی
حکیمِ مُوسیِٰ امرتسری ہیں
فروزاں دہر میں مثلِ تجلّی

ہے جہاں میں چار سُو جس کی چمک
ہیں حکیمِ اہلِ سُنّت وہ نگیں
معتبر تحقیق میں ہے ان کا نام
ہیں محقّق عصر کے وہ بالیقیں



عظیم الفکر ، تنویرِ بصیرت
فہیمِ بے بدل نامی گرامی
حکیمِ نامور ، فخرِ طریقت
زعیمِ چشتیاں موسیٰ نظامی



مُستنیر ان سے جہانِ علم ہے
''مستند ہے اِن کا فرمایا ہوا''
ایک دو پر ہی نہیں موقُوف کچھ
فیض ہے ان کا یہاں چھایا ہوا

مدح گوئی میں من و تُو کا شمار
معتقد ہیں آپ کے اہلِ یقیں
اہلِ حکمت اور بھی ہوں گے بہت
دوسرا لیکن کوئی موسیٰ نہیں



جلوہ فرما ہے جہاں فکر و شعور
حضرتِ موسیٰ کا ہے وہ آستاں
ہوں نہ کیوں اربابِ دانش مستفیض
علم کا جاری ہے بحرِ بیکراں



ہے حکیمِ اہلِ سُنّت کے طفیل
جا بجا دنیا میں عرفانِ رضا
فیضِ موسیٰ سے رہے کی تا ابد
جلوہ زا شمعِ شبستانِ رضا

سُنّیت سے کر دیا ہے آشنا
دہر میں پھیلا دیا ذکرِ رضا
مسلکِ حقّہ کے ہیں رُوحِ رواں
حضرتِ مُوسیٰ نظامی مرحبا



''گونج گونج اٹھے ہیں نغماتِ رضا سے بوستاں''
فیض یہ پھیلا ہوا برحق ہے مُوسیٰ آپ کا
رہنمائے اہلِ دل ہے آج جو فکرِ رضا
کارنامہ فی الحقیقت ہے یہ زندہ آپ کا



گُل ستاں مہکا ہوا ہے مُوسوی افکار سے
خوش نما ذکرِ رضا ہے مُوسوی افکار سے
فخر سے سر کو اٹھا کر زندہ رہنے کا شعور
اہلِ سُنّت کو ملا ہے مُوسوی افکار سے

علم کی ترویج ہے تیرا شعار
فکر و فن کی آبیاری تیرا کام
تو نے کی کافور ظلمت جہل کی
حشر تک زندہ رہے گا تیرا نام



ممدُوحِ دین و ملت قبلہ حکیم صاحب
مخدومِ اہلِ سُنت قبلہ حکیم صاحب
بے جا نہیں کہیں جو اخلاق کا سراپا
ہیں پیکرِ محبت قبلہ حکیم صاحب



صاحبِ فکر و نظر ہیں سیّدی مُوسیٰ حکیم
حامیِ دیں سر بسر ہیں سیّدی مُوسیٰ حکیم
یا کہیں سے ڈھونڈھ لاؤ ان سا کوئی دوستو !
یا کہو کہ خوب تر ہیں سیّدی مُوسیٰ حکیم

شکوہ گلہ زباں پر آیا نہیں ہے ہرگز
راضی رضائے حق پر تجھ سا کہاں ملے گا
انمٹ ترا عمل ہے انمول تیری سیرت
ہر انجمن میں تیرا نام و نشاں ملے گا



اپنی ثروت اپنی شہرت اور اپنی کاوشیں
دین کے رستے میں سب کچھ آپ نے قرباں کیا
مُشکلاتِ زندگی کا خندہ پیشانی سے ہاں
اس بڑھاپے میں بہم اپنے لیے ساماں کیا



کی وقف پئے نُصرتِ دیں ساری کمائی
اپنے لیے دنیا کے نہ آرام خریدے
مسلک کے لیے خدمت و ایثار کے بدلے
پیری میں ہر اک طرح کے آلام خریدے

''فرشتہ منش حکیمِ اہلِ سُنّت''

۱۹۹۹ء

''محققِ عصر معزِ عباد حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری''

۱۹۹۹ء

پھیلی ہوئی ہے سلطنت ہر سمت موت کی
تیرِ قضا کبھی بھی نہ یارو خطا گیا
بے یار و بے سہارا ہوئی ہائے زندگی
جینے کا اب تو لُطف و قرار و مزا گیا
اُٹھا جہاں سے مؤسسِ مجلسِ رضا
سُوئے عدم مفسّرِ فکرِ رضا گیا
احمد رضا کا نائبِ برحق ہوا وِداع
یومِ رضا کا داعیِ اوّل چلا گیا
اِک میزبانِ علم و اَدب آہ چل بسا
اِک مہربان و مشفقِ ما و شما گیا
اک سائبان علم سروں سے سرک گیا
اِک آسمانِ خُلق زمیں میں سما گیا

اِک آستانِ دانش و حکمت ہوا ہے بند
اِک قدر دانِ مُصلحِ اہلِ وفا گیا
اِک راز دانِ علمِ لدُنی ہوا جُدا
اک گل ستانِ عقل و خرد برملا گیا
''اِک دُھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے''
مُوسیٰ کے ساتھ ساتھ ہی دستِ شفا گیا
لا ریب تھا وہ شمعِ شبستانِ چشتیت
ہمسر نہ جس کا مل سکے وہ رہنما گیا
ویراں ہوئی ہیں جس سے تقدّس کی محفلیں
اہلِ نظر کا رہبر و قبلہ نُما گیا
حاصل جسے تھا قُطبِ مدینہ کا قُربِ خاص
دارِ فنا سے جانبِ دارِ بقا گیا
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے ہر شر پسند کی
جینے کا ڈھنگ اہلِ سُنن کو سکھا گیا
رکھی جہاں میں مسلکِ حق کی ہمیشہ لاج
باطل کے ہر عروج کو نیچا دکھا گیا
فکرِ رضا کو خُونِ دل و جاں سے سینچ کر
احمد رضا کو حضرتِ اعلیٰ بنا گیا
دیکھا نہیں ہے اس سا کوئی منکسر مزاج
فقر و غنا کی جو کوئی عظمت بڑھا گیا

ایثار اس کا مشعلِ راہِ وفا بنا
کردار سے وہ اپنے گلستاں سجا گیا
روئیں نہ اس کی یاد میں کیوں کر نیاز مند
وا حسرتا وہ پیکرِ لُطف و عطا گیا
اہلِ خرد کے ناز اٹھائے گا کون اب
ہو کر جُدا ہے سب سے وہ ہمدم چلا گیا
اپنی ضروریات کی پروا کیے بغیر
ہر اک متاع ' راہِ خدا میں لُٹا گیا
جب تک جیا وہ دیں کے لیے سربکف رہا
ڈنکا خدا کے دین کا ہر سُو بجا گیا
پیشِ نظر ہمیشہ رضائے نبی ﷺ رہی
مقصودِ زیست کیا ہے ؟ عمل سے بتا گیا
افسوس ڈس گئی اُسے اپنوں کی بے حسی
یاروں کا طرزِ فکر و نظر اُس کو کھا گیا
مجروح کر گئی اسے مُفتی کی کج روی
مُلّا کا دین بیچنا اُس کو رُلا گیا
ملتا نہیں ہے اس کا کہیں بھی کوئی مثیل
اپنی مثال آپ تھا سچ ہے کہا گیا
مہجورؔ مجھ کو ہاتفِ غیبی سِنِ وصال
''داغِ سراجِ خلق'' ہے یک سر بتا گیا

۱۹۹۹ء

"آئینۂ خُلق حکیمِ اہلِ سُنّت"

۱۴۲۰ھ

"آہ علو مرتبہ الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری"

۱۹۹۹ء

کیا کہیں وہ ہم سے نالاں ہو کے آہ
ناگہاں سوئے عدم جاتا رہا
سوگ ہے کس کا فضاؤں پر محیط
کون دے کر رنج و غم جاتا رہا
زندگی بے خانماں سی ہو گئی
صاحبِ لُطف و کرم جاتا رہا
اہلِ سُنّت بے سہارا رہ گئے
مظہر فیضِ اَتم جاتا رہا

صُوفیہ کی بزم آرائی کہاں
چھوڑ کر با چشمِ نم جاتا رہا
مسندِ تحقیق ہے ویران سی
نازشِ اہلِ قلم جاتا رہا
عظمتِ تخلیق جانے کیا ہوئی
مخزنِ زرّیں رقم جاتا رہا
خسروِ مُلکِ ادب ہے چل بسا
زُبدۂ عرب و عجم جاتا رہا
پھر رہے ہیں در بدر فقر و غنا
محسنِ اہلِ کرم جاتا رہا
فیض یابِ حضرتِ بسّی شریف
چشتیوں کا محترم جاتا رہا
اٹھ گیا دنیا سے فردِ حق نما
اہلِ سُنّت کا بھرم جاتا رہا
کس سے جا کر اپنا حالِ دل کہیں
دافعِ درد و الم جاتا رہا
کہہ دیا مہجورؔ نے سالِ وصال
''چشمۂ نافع کرم جاتا رہا''

۱۴۲۰ھ

"امامِ خُلق محققِ عصر"

۱۴۲۰ھ

"زبدۂ خلائق الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری"

۱۹۹۹ء

مصائب سے مملو ہوئی زندگانی
بشر ہے سراپا گرفتارِ کلفت
سکونِ دل و جاں کہاں سے ملے گا
فروزاں بہر سُو ہوئی شمعِ فُرقت
اٹھا دہر سے ہے طبیبِ زمانہ
تدبّر، تفکّر کی ابتر ہے حالت
ہوا مضمحل ہر کوئی اہلِ ایماں
رہی نہ محافل میں پہلی سی نُدرت
محبت کی خوشبو کہاں سے ملے گی
کہاں سے مٹے گی دلوں کی یہ وحشت
ملے گا کہاں سے خمیرہ وفا کا
کہ شفقت سراپا تو ہے زیرِ تُربت

بچھائے گا راہوں میں اب کون آنکھیں
ملے گا کہاں سے ہمیں دستِ شفقت
نگہدارِ اہلِ قلم کون ہو گا
رہے گی کسے اب ہماری ضرورت
علمدارِ اہلِ سُنن چل بسا ہے
بجا ہے جو روئیں سدا اہلِ سُنّت
حکیمِ مدقق ، محقق کا یارو
"غمِ بحرِ معنیٰ" کہو سالِ رحلت
۱۴۲۰ھ
تو بارِ دگر آہ مہجورؔ رضوی
"غمِ ہادیٔ عصر" کہہ سالِ رحلت
۱۴۲۰ھ

☆☆☆

دیگر مادہ ہائے تواریخ

"خرد پرور محمد موسیٰ"
۱۴۲۰ھ

"ذی اعزاز حکیمِ اہلِ سُنّت"
۱۴۲۰ھ

"صاحبِ تاثیر محمد موسیٰ"
۱۴۲۰ھ

"محققِ عصر و نادر خِلقت"
۱۴۲۰ھ

''آہ حقائق شعار حکیمِ اہلِ سُنّت''

۱۴۲۰ھ

''طبّاعِ زماں الحاج حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری''

۱۴۲۰ھ

لوحِ تاریخ پر ہوئی جو ثبت وہ ہے تحریر محمد مُوسیٰ
سر بسر صدق و صفا ، مہر و وفا عشق جاگیر محمد مُوسیٰ
خادمِ دین و محسنِ ملّت وجہِ توقیر محمد مُوسیٰ
جس کی بنیاد حق پرستی تھی وہ ہے تعمیر محمد مُوسیٰ
قلبِ باطل میں جو ہوا پیوست تھا وہ اک تیر محمد مُوسیٰ
اہلِ سُنّت کا بول بالا ہوا مل گیا پیر محمد مُوسیٰ
یاد اس کی ہمیں رُلائے گی دے گیا نیر محمد مُوسیٰ
بے سہارا ہیں آج اہلِ دل چل بسا پیر محمد مُوسیٰ

سالِ ترحیل پر کہو مہجورؔ
''نخلِ تاثیر محمد مُوسیٰ''

۱۹۹۹ء

نابغۂ عصر

بے جا نہیں کہیں جو اسے وجہِ افتخار
بے جا نہیں کہیں جو اسے لُطفِ کردگار
بے جا نہیں کہیں جو فرشتہ منش اُسے
بے جا نہیں کہیں جو شرافت کا شاہکار
بے جا نہیں کہیں جو اسے نابغۂ عصر
بے جا نہیں کہیں جو اسے علم کا وقار
بے جا نہیں کہیں جو اُسے گل ستانِ فقر
بے جا نہیں کہیں جو اسے دین کی بہار
بے جا نہیں کہیں جو اسے باکمال شخص
بے جا نہیں کہیں جو فضیلت کا تاجدار

بے جا نہیں کہیں جو اسے شمسِ بازغہ
بے جا نہیں کہیں جو تدبّر کا یارِ غار
بے جا نہیں کہیں جو اسے آگہی کا حُسن
بے جا نہیں کہیں جو بصیرت کا اعتبار
بے جا نہیں کہیں جو اسے مصلحت شکن
بے جا نہیں کہیں جو حق بات کا سنگار
بے جا نہیں کہیں جو اسے حق کا ترجماں
بے جا نہیں کہیں جو صداقت کا شہر یار
بے جا نہیں کہیں جو اسے سرفروشِ دیں
بے جا نہیں کہیں جو رسالت ﷺ کا جانثار
بے جا نہیں کہیں جو اُسے سُنّیوں کا پیر
بے جا نہیں کہیں جو ملّت کا پاسدار
بے جا نہیں کہیں جو اُسے مخزنِ خلوص
بے جا نہیں کہیں جو محبت کی یادگار
بے جا نہیں کہیں جو اسے مشفقِ زمن
بے جا نہیں کہیں جو اُسے لطف کا مدار
بے جا نہیں جو اس کو کہیں میزبانِ دہر
بے جا نہیں کہیں جو اسے حاتمی شعار
بے جا نہیں کہیں جو اسے دولتِ سکوں
بے جا نہیں کہیں جو اسے باعثِ قرار

بے جا نہیں کہیں جو اسے مرگِ گمرہی
بے جا نہیں کہیں جو اسے کجروی کی ہار
بے جا نہیں کہیں جو اسے زندگی کا رُوپ
بے جا نہیں کہیں جو اسے زیست کا نکھار
بے جا نہیں کہیں جو اسے نازشِ جہاں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے فخرِ روزگار
بے جا نہیں کہیں جو اسے اک وجودِ جُود
بے جا نہیں کہیں جو سخاوت کا مرغزار
بے جا نہیں کہیں جو اسے سب کا خیر خواہ
بے جا نہیں کہیں جو اسے سب کا غمگسار
بے جا نہیں کہیں کہ تھا قدرت کی وہ عطا
بے جا نہیں کہ ایک تھا فطرت کا راز دار
بے جا نہیں جو یاد میں اس کی رہیں ملول
بے جا نہیں جو غم زدہ ہم کو کرے وہ پیار
بے جا نہیں جو اس کے لیے آنکھ نم رہے
بے جا نہیں جو اس کے لیے دل ہو بے قرار
بے جا نہیں جو زیست بھر ابرِ کرم رہا
اب فیض بخشِ دہر ہے اس کا ہوا مزار
بے جا نہیں کہیں اسے مہجور الغرض
ایقان کا وجود تو ایمان کا حصار

بحرِ بے کراں

بے جا نہیں ہے گر کہیں ممدوحِ رضویاں
بے جا نہیں ہے گر کہیں مخدومِ چشتیاں
بے جا نہیں کہیں اسے دانائے راز بھی
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں سرِّ دلبراں
بے جا نہیں جو اس کو کہیں دیں کی آبرو
بے جا نہیں جو اس کو کہیں محسنِ جہاں
بے جا نہیں کہیں جو مسیحا سرشت ، گر
بے جا نہیں کہیں جو اسے مُوسیِٰ زماں
بے جا نہیں جو فقر کا اُس کو بھرم کہیں
بے جا نہیں غنا کی کہیں ہم جو اس کو شاں
بے جا نہیں جو علم کا اُس کو کہیں نقیب
بے جا نہیں عمل کا ہے وہ میرِ کارواں
بے جا نہیں جو زینتِ عزم و عمل کہیں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں صوتِ قُدسیاں
بے جا نہیں جو شیخِ طریقت کہیں اُسے
بے جا نہیں کہ وہ ہے شریعت کا پاسباں

بے جا نہیں جو معرفت کا کجکلاہ کہیں
بے جا نہیں کہیں جو حقیقت کا نکتہ داں
بے جا نہیں جو صُوفیِ عصرِ رواں کہیں
بے جا نہیں کہ فقر کا اس کو کہیں نشاں
بے جا نہیں جو صاحبِ نسبت کہیں اُسے
بے جا نہیں کہیں جو اُسے صاحبِ زماں
بے جا نہیں جو قُطبِ زمانہ کہیں اُسے
بے جا نہیں کہیں جو تصوّف کا رازداں
بے جا نہیں کہ رہبرِ دنیا و دیں ہے وہ
بے جا نہیں جو حق کا کہیں اُس کو ترجماں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں حق کا پاسدار
بے جا نہیں کہیں جو صداقت کا جسم و جاں
بے جا نہیں جو فخر کریں اُس پہ اہلِ حق
بے جا نہیں جو ناز کرے اُس پہ کل جہاں
بے جا نہیں اگر اُسے باطل شکن کہیں
بے جا نہیں کہیں جو ہے سرکوبِ گمرہاں
بے جا نہیں جو نائبِ احمد رضا کہیں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں فخرِ سُنّیاں

بے جا نہیں جو خُلق کا اُس کو جہاں کہیں
بے جا نہیں کہیں جو ہے صحرا میں سائباں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں صدق کا سفیر
بے جا نہیں وفا کی جو کہیں اُس کو داستاں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے پیکرِ خلوص
بے جا نہیں کہیں جو محبت کی کہکشاں
بے جا نہیں جو لُطف کا محور کہیں اُسے
بے جا نہیں عطا کا کہیں اُس کو گلستاں
بے جا نہیں کہیں جو اسے فکر کی نُمو
بے جا نہیں وہ فہم و فراست کی ہے اذاں
بے جا نہیں جو اس کو تدبّر کی جاں کہیں
بے جا نہیں کہیں جو بصیرت کا ارمغاں
بے جا نہیں ہے پیکرِ عقل و شعور وہ
بے جا نہیں کہیں جو تفحص کا آستاں
بے جا نہیں کہیں جو اسے عشق کا امیر
بے جا نہیں کہ ہے وہ محبت کا ترجماں
بے جا نہیں کہ ہے وہ مروّت کا آئینہ
بے جا نہیں کہیں جو مؤدّت کا کارواں

بے جا نہیں جو سایۂ رحمت کہیں اُسے
بے جا نہیں کہیں جو اُسے لُطف بے گماں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں مونس و شفیق
بے جا نہیں کہیں جو سراپا کرم نشاں
بے جا نہیں کہیں جو ایثار کا عروج
بے جا نہیں کہیں جو اخلاصِ جاوداں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے درسِ آگہی
بے جا نہیں کہیں جو اُسے مکتبِ اماں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں سب کا غمگسار
بے جا نہیں کہیں جو اُسے اپنا مہرباں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں نخلِ سایہ دار
بے جا نہیں کہ سب کے ہیں وہ قلب و روح و جاں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے حسنِ دلبری
بے جا نہیں کہیں جو اسے مرگِ دشمناں
بے جا نہیں کہیں جو اسے زندگی کی روح
بے جا نہیں کہیں جو اسے زینتِ جناں
بے جا نہیں جو اس کو کہیں بندگاں نواز
بے جا نہیں کہیں کہ ہے ہمدردِ بے کساں

بے جا نہیں کہیں جو غریبوں کا دستگیر
بے جا نہیں کہیں جو پنہ گاہِ مفلساں
بے جا نہیں جو حاتمِ لاہور ، گر کہیں
بے جا نہیں کہیں جو سخاوت کا آسماں
بے جا نہیں کہیں جو اسے حسنِ دل نواز
بے جا نہیں کہیں جو اُسے مشفقِ جہاں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے علم کا چراغ
بے جا نہیں کہیں جو فضیلت کا بوستاں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے عبقری صفات
بے جا نہیں کہیں جو تفضّل رواں دواں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے جامعِ علوم
بے جا نہیں کہیں جو براہیں کا جانِ جاں
بے جا نہیں جو اس کو کہیں ہم کتاب دوست
بے جا نہیں کہیں جو کتابوں کا قدر داں
بے جا نہیں کہ ہے وہ محقق نواز شخص
بے جا نہیں کہیں جو ہے تاریخ ساز ! ہاں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے تاجدارِ علم
بے جا نہیں کہیں جو فصاحت کا خانِ خاں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں محسنِ ادب
بے جا نہیں کہیں جو ادیبوں کا میزباں

بے جا نہیں جو اس کو حقیقت رقم کہیں
بے جا نہیں کہیں اسے اہلِ قلم کی جاں
بے جا نہیں جو مرکزِ تحقیق بھی کہیں
بے جا نہیں کہیں جو تجسّس کا اک جہاں
بے جا نہیں جو اس کو کہیں بے بدل حکیم
بے جا نہیں کہیں جو طبابت کی عز و شاں
بے جا نہیں جو ہمسرِ لقماں کہیں اُسے
بے جا نہیں کہیں جو اُسے عقل کی دُکاں
بے جا نہیں کہیں جو فرشتہ منش اُسے
بے جا نہیں کہیں جو شرافت کا آشیاں
بے جا نہیں جو صبر کا سنگم کہیں اُسے
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں حِلم کا بیاں
بے جا نہیں جو صاحبِ سوزِ دروں کہیں
بے جا نہیں کہیں جو اُسے درد کی زباں
بے جا نہیں جو تختۂ مشقِ ستم کہیں
بے جا نہیں کہیں کہ ہے مجروحِ دوستاں
بے جا نہیں نشانۂ ظلم و ستم کہیں
بے جا نہیں کریں جو حقیقت کو اب عیاں
بے جا نہیں کہیں جو مصائب زدہ اُسے
بے جا نہیں کہیں جو الم کی اُسے فغاں

بے جا نہیں جو داد دیں اُس کے شکیب کو
بے جا نہیں جو اُس کو سراہیں بے این و آں
بے جا نہیں جو زندۂ جاوید ، گر کہیں
بے جا نہیں کہیں جو تجلائے کُن فکاں
بے جا نہیں کہیں اسے اپنی مثال آپ
بے جا نہیں کہ اس کا مماثل کوئی کہاں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں زندگی فروز
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں زندگی فشاں
بے جا نہیں جو تذکرۂ عصر اُسے کہیں
بے جا نہیں کہیں کہ ہے تاریخِ رفتگاں
بے جا نہیں جو سب ہی کریں خم سرِ نیاز
بے جا نہیں ملائیں جو ہم اُس کی ہاں میں ہاں
بے جا نہیں کہ کشورِ تحقیق کا اُسے
ہو کر بیک زباں کہیں بے تاج حکمراں
بے جا نہیں جو اُس کو کہیں فردِ بے عدیل
ثانی جہاں میں اُس کا ملے گا نہ یاں نہ واں
بے جا نہیں جو اُس کے محاسن کے باب میں
تسلیم کر لیں عجزِ بیاں بے چُوں چراں
مہجور علم و دانش و حکمت کا الغرض
بے جا نہیں کہیں جو اُسے بحرِ بے کراں

مجلسِ رضا کی کہانی

کب تھا کسی پہ واضح یہ مقامِ اعلیٰ حضرت
کب تھا بلند و بالا یوں نامِ اعلیٰ حضرت
محدود تذکرہ تھا طبقۂ واعظیں میں
محرومِ دلکشی تھا پیغامِ اعلیٰ حضرت

اہلِ نظر پہ مخفی ادنیٰ کمال تک تھا
علم و عمل کا ہر اک خفتہ جمال تک تھا
مُلّا و پیر اپنے حجروں میں تھے مقیّد
افکارِ عبقری کا بے جاں خیال تک تھا

محرومیوں کے ڈر سے خاموش تھی خدائی
صبحِ یقیں پہ پیہم شامِ الم تھی چھائی
جو پیچ کھا رہے تھے اسلاف کے کفن کو
ان کے لیے تھا ذکرِ احمد رضا برائی

اغیار نے سُجھایا تکفیر کی مشیں تھا
کچھ نے یوں ورغلایا جھگڑالو بالیقیں تھا
ہر کوئی الغرض تھا فتنہ گری میں ماہر
نرغے میں حاسدوں کے اِک شہسوارِ دیں تھا

ہر کوئی بن رہا تھا ہم نامِ اعلیٰ حضرت
محدود تھا شعُورِ اکرامِ اعلیٰ حضرت
مولود خواں سے بڑھ کر پہچان کب تھی ممکن
کب تھا ہمیں میسّر یوں جامِ اعلیٰ حضرت

ایسے میں اک ہوا پھر فردِ فرید پیدا
جیسے ہو ظلمتوں میں مہتاب اک ہویدا
علم وعمل کا پیکر، فکر و نظر کا رہبر
سو جان سے تھا شاہِ احمد رضا کا شیدا

اُس کی نظر میں سب ہی علمی خیانتیں تھیں
اشرار کی اجاگر سب اُس پہ سازشیں تھیں
الزام سب کے سب تھے اس کے مشاہدہ میں
پیشِ نظر تمامی خود ساز تہمتیں تھیں

دنیا کی بے حسی پر رویا وہ خوں کے آنسو
یاروں کی بے رخی پر رویا وہ خوں کے آنسو
غیروں سے کیا گلہ جب اپنے ہی بے خبر ہوں
اپنوں کی خامشی پر رویا وہ خوں کے آنسو

حالات کی کجی پر اس نے نہ ہاری ہمّت
اپنا سکون تج کر اُس نے ابھاری ہمّت
بالائے طاق رکھ کر اپنا مقام و رتبہ
اس نے بڑھائی پیہم یارو ہماری ہمّت

بنیاد اس نے رکھی جب مجلسِ رضا کی
حاصل تھی فتح و نُصرت اس کو فقط خدا کی
اللہ کا نام لے کر اس نے اٹھایا بیڑا
پیغام اس کا لائی ہر موج پھر صبا کی

مجلس کے سلسلہ میں مزدور بن گیا وہ
جہد و عمل کا زندہ منشور بن گیا وہ
کیا کیا نہ طرزِ زحمت اس ضمن میں اٹھا کر
دنیائے سنّیت کا اک طُور بن گیا وہ

آرام کے مقابل ترجیح دی عمل کو
انعام کے مقابل ترجیح دی عمل کو
مردانہ وار ٹھہرا میدانِ زندگی میں
اوہام کے مقابل ترجیح دی عمل کو

دنیا کے ہر صلہ و ستائش سے وہ گریزاں
اپنی رہا ہے ذاتی فزائش سے وہ گریزاں
باوصف عز و شانِ علمی کے ، زندگی بھر
دائم رہا نمود و نمائش سے وہ گریزاں

اہلِ سُنن کی اس نے ہے دُور کی اداسی
اہلِ نظر کی اس نے کافور کی اداسی
پھرتے ہیں اپنے سر کو ہم فخر سے اٹھا کر
اُس نے مخالفیں کو مقدور کی اداسی

ذکرِ رضا سے کر کے معمور اک جہاں کو
اس نے شکست بخشی افکارِ گمرہاں کو
فکرِ رضا کو اس نے دے کر حیاتِ تازہ
اونچا کیا ہے شاہِ احمد رضا کی شاں کو

رستہ دکھا کے ہم کو اخلاص اور یقیں کا
رکھا بھرم جہاں میں اس نے ہے اہلِ دیں کا
وہم و گمان سارے اغیار کے مٹائے
بند ناطقہ کیا ہے اس نے معاندیں کا

طبّی کوئی ادارہ وہ بھی اگر بناتا
از راہِ طب و حکمت لاکھوں روپے کماتا
دنیا کی عیش و عشرت اس کو بہم پہنچتی
وہ چاہتا اگر تو نخرے جہاں اُٹھاتا

لیکن برعکس اس کے اپنی کمائی ساری
اُس نے برائے مجلس اہلِ نظر پہ واری
حاجت برآریوں کی تاریخ ایک لکھ کر
اُس نے سکھائی سب کو رمزِ کتاب داری

ہر ایک چیز اپنی مجلس کے نام کر دی
جو زندگی بچی تھی نذرِ امام کر دی
مہجورؔ اس نے جذبِ ایثار و خونِ دل سے
فکرِ رضا کی روشن شمعِ دوام کر دی

کیا کیا نہ پیش آئیں تھیں مشکلات اس کو
لائی رہِ کٹھن پر اس کی حیات اس کو
لیکن وہ مردِ مومن سینہ سپر رہا یوں
صد آفریں ہیں کہتے عزم و ثبات اس کو

اس نے بوقتِ پیری عزمِ جواں دکھایا
جو کچھ تھا غیر ممکن ، ممکن اسے بنایا
اک کارکن کی طرح اس نے تا وقتِ آخر
مجلس کا کام سارا ہاتھوں سے خود نبھایا

یومِ رضا کو اس نے حسنِ دوام بخشا
ذکرِ رضا کو اس نے شہرت کا جام بخشا
فکر و نظر کی اس نے ایسی جلائی مشعل
احمد رضا کو جس نے دُنیا میں نام بخشا

فکرِ رضا کا ایسے اطلاق کر گیا وہ
چرچا رضا کا زیبِ آفاق کر گیا وہ
اپنے خُلوصِ نیت ، اپنے عمل کے باعث
امراضِ گمرہی کا تریاق کر گیا وہ

الزام ہر کسی کا بے باک کر دیا ہے
اصنامِ گمرہی کو غم ناک کر دیا ہے
پھرتے ہیں منہ چھپائے فتنہ و شر کے بندے
پردہ دجل کا اس نے یوں چاک کر دیا ہے

مُوسیٰ سے فیض پا کر اہلِ قلم ہمارے
علم و ادب کے روشن مہتاب اور ستارے
میدانِ زندگی میں آئے بصد عزیمت
فکرِ رضا کے بن کر یارو سفیر سارے

جوہر لگے دکھانے سب اپنے اپنے فن کے
گوہر لگے لٹانے سب اپنے اپنے فن کے
وہ ہوں مسعودِ ملت یا مردِ حق نیازی
رُتبے لگے بڑھانے سب اپنے اپنے فن کے

ابرِ رضائے احمد جب اس جہاں پہ چھایا
نامِ رضا کے صدقے کس نے نہ نام پایا
یارو لگی ٹھکانے موسیٰ کی کدّ وکاوش
جامِ رضا کو جس نے بھر کر ہمیں پلایا

زندۂ جاوداں ہے تا حشر نامِ موسیٰ
ایثار کا بیاں ہے یارو پیامِ موسیٰ
احمد رضا کا چرچا زیبِ چمن رہے گا
جب تک ہے کوئی اک بھی زندہ غلامِ موسیٰ

جس کے سبب ہوا ہے حق کا یوں بول بالا
جس نے بصیرتوں کا ہم میں ہے ڈول ڈالا
انکار جو کوئی بھی اس کا کرے ہے یارو
دونوں جہاں میں ایسے منکر کا منہ ہو کالا

بخشش کی ہر سعادت اللہ اُس کو بخشے
اللہ اُس کی تربت رحمت سے اپنی بھر دے
مقبولِ حق ہوں اُس کی ، مہجورؔ ، سب مساعی
جنت میں ایک اعلیٰ ، اللہ اُس کو گھر دے

سقوطِ مجلسِ رضا

بامِ عروج پر جب مجلس کا کام پہنچا
دنیا میں جا بجا جو فیضِ امام پہنچا
ہر ایک کی زباں پر مجلس کے تھے ترانے
بننے لگے حقیقت ، لگتے تھے جو فسانے
ایسے میں نظرِ بد نے یوں کام کر دکھایا
جگمگ چراغِ مجلس پھونکوں سے آ بجھایا
لوگوں کے مال و زر کو کھانے کی دل میں ٹھانی
ظاہر ہوئے سو ہم پر ''خازن'' کے تب معانی
باشرع و باطریقت جب چند خائنوں نے
پردے میں علمِ دیں کے دو چار ڈائنوں نے
مجلس کے رشتے ناطے شیشے میں سب اتارے
جو کچھ بھی تھے اثاثے ہتھیا لیے وہ سارے
اس وقت مفسدوں کی ہاں میں تھی ہاں ملائی
چند ''عالمانِ دیں'' نے کی شر کی ہمنوائی

اپنوں نے اعتمادِ مُوسیٰ کو جب گنوایا
جن پر کیا بھروسہ انہوں نے ہی ستایا
بد عہد دوستوں نے مُوسیٰ کے دل کو توڑا
اس سانحہ نے ان کو مغموم کر کے چھوڑا
اس حادثہ نے ان کی تاب و تواں کو لُوٹا
دامانِ عزم و ہمت ہاتھوں سے ان کے چُھوٹا
اک عمر کی مشقّت برباد ہو رہی تھی
بدباطنوں کی نیّت صیّاد ہو رہی تھی
اپنے ہی گھر پہ ڈاکہ اپنوں نے آہ ڈالا
دیتا کوئی کہاں سے آ کر انہیں سنبھالا
اس لمحہ ہو کے بد دل مخدومِ سُنّیاں نے
مجلس سے ناطہ توڑا یوں مُوسیِ زماں نے
اپنا لگایا پودا ہاتھوں سے اپنے کاٹا
پھر ہو سکا نہ پورا اہلِ سُنن کا گھاٹا
یوں کاروانِ مجلس ، منزل تلک نہ پہنچا
عظمت کا یہ سفینہ ، ساحل تلک نہ پہنچا
افسوس جو کوئی بھی اس پر کرے ، بجا ہے
یارو سقوطِ مجلس تاریخی سانحہ ہے
لکھی ہے خونِ دل سے مجلس کی جو کہانی
مجبور کر گئے ہو ظاہر غمِ نہانی

حصّہ دوم

ممدوح و پیر و والد و استادِ محترم
ہیں اُن کے ذکرِ خیر سے معمور ، یہ ورق
صدمے سہے جو مُوسیِٔ دوراں نے ہجر کے
غمگیں ہیں ان کی یاد میں مہجورؔ ، یہ ورق

”محبِ سبحاں فاضلِ بریلوی“

۱۳۴۰ھ

”معزِ زماں الشاہ احمد رضا قادری“

۱۹۲۱ء

عشقِ رسولِ حق ﷺ ہے عنوانِ اعلیٰ حضرت
عشقِ رسولِ حق ﷺ ہے پہچانِ اعلیٰ حضرت
کیوں کر نہ ضوفشاں ہوں عشقِ نبی ﷺ کی شمعیں
عشقِ رسولِ حق ﷺ ہے فیضانِ اعلیٰ حضرت
گاتی ہے ساری دُنیا عشقِ نبی ﷺ کے نغمے
عشقِ رسولِ حق ﷺ ہے احسانِ اعلیٰ حضرت
تفسیر اور فقہ میں ، تجدیدِ فکرِ دیں میں
لا ریب ہے امامت شایانِ اعلیٰ حضرت

لکھے گئے ہزاروں قرآن کے تراجم
سب سے جدا ہے "کنزالایمانِ" اعلیٰ حضرت

اک ایک شعر کیوں کر اس کا نہ خوش نما ہو
بخشش کا گل ستاں ہے دیوانِ اعلیٰ حضرت

دامانِ مصطفیٰ ﷺ کے سائے میں عاطفت ہے
اب بھی یہ گونجتا ہے اعلانِ اعلیٰ حضرت

ٹکڑوں پہ پل رہے ہیں ہم سب درِ نبی ﷺ کے
مبنی ہے بر حقیقت فرمانِ اعلیٰ حضرت

مشرک گروں کا کوئی خطرہ رہے نہ باقی
پیشِ نظر رہے جو وجدانِ اعلیٰ حضرت

گستاخِ مصطفیٰ ﷺ کا بند ناطقہ رہے گا
ازبر رہے گا جب تک پیمانِ اعلیٰ حضرت

مہجورؔ برملا تو از رُوئے آہ کہہ دے
سالِ وصالِ برحق "عرفانِ اعلیٰ حضرت"

+۱=۱۹۲۱ء

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمۃ کے ممدوحِ محترم

”فضیلت مآب“

۱۳۶۳ھ

”بحر العلوم ممدوحِ زماں علامہ محمد عالم آسی امرتسری“

۱۹۴۴ء

رحم و کرم پہ موت کے ہے بزمِ زندگی
ہر ذی نفس کا لکھا گیا ہے فنا مآل
کب ہو سکا ہے تیرِ قضا کا کسی سے توڑ
کوئی بھی کام آئے نہ وقتِ اخیر ڈھال
اٹھے جہاں سے بحرِ علوم و فنونِ دہر
استاذِ کُل ، مجمعِ ہر خوبی و کمال

فیضاں سے ان کے ایک زمانہ تھا مستفید
بے جا نہیں کہیں جو انہیں فردِ بے مثال
علم و عمل کے واقعی تھے ایک کجکلاہ
عالم زبانِ عرب کا ، اُن سا ہے خال خال
اُستاد تھے وہ مُوسیِ دوراں کے دوستو
ہمسر جہاں میں ان کا ملے گا بہت محال
زندہ رہیں گے اپنے کمالات کے سبب
بے مثل و بے عدیل کہیں جن کو اہلِ حال
عالم کی موت اصل میں عالم کی موت تھی
عرب و عجم کو کر گئی بے حد جو پُر ملال
مہجورؔ کہہ تو حضرتِ آسی کا برملا
''عالی صفات ، والا مراتب'' سنِ وصال
۱۳۶۳ھ

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمۃ کے اُستادِ محترم

"خلیقِ شہر طبیبِ زمانہ"

۱۳۷۱ھ

"نادرِ جہاں جناب حکیم فقیر محمد صاحب امرتسری"

۱۹۵۲ء

اس پر حاوی ہے دستگاہِ فنا
لاکھ کھائے حیات پیچ و تاب
پا بہ زنجیر ہے بہارِ زیست
پورے جوبن پہ ہے قضا کا شباب
چل دیا آج دارِ فانی سے
علم و دانش کا اک حسیں مہتاب
اس کی رحلت سے آہ بند ہوا
طب و حکمت کا ایک روشن باب
سالِ ترحیل پر کہو مہجورؔ
"بُوئے خوش آفتابِ عالم تاب"

۱۹۵۲ء

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمۃ کے والدِ بزرگوار

”غروبِ ماہِ علّام“

۱۳۹۵ھ

”معرفت آگاہ میاں علی محمد صاحب زیبِ سجادہ بسّی شریف“

۱۹۷۵ء

مرگِ صاحبِ علم و عمل سے
موت کی پھیلی ہر سُو وحشت

حضرتِ والا شان کی رحلت
دے گئی ہم کو داغِ فرقت

مظہرِ عرفاں ، پیکرِ احساں
کر گئے اس دنیا سے رحلت

ڈھونڈے سے بھی مل نہ سکے گا

ان جیسا اب پیرِ طریقت

ارفع و اعلیٰ ذات تھی ان کی

تھے وہ محرمِ سرِّ حقیقت

کل تک تھے جو بزمِ جہاں میں

آج ہیں وہ مہمانِ جنت

کہہ دے تو مہجورؔ سنِ وصل

"رہبرِ دوراں والا فطرت"

۱۳۹۵ھ

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد

(سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں)

’’بحرِ عشق شیخِ عرب و عجم‘‘

۱۹۸۱ء

’’قُطبِ مدینہ الحاج مولانا ضیاء الدین مدنی‘‘

۱۴۰۱ھ

اہلِ جناں کے ہیں وہ ہمدم!
بے شک مہماں مُرشدِ برحق
نائب اعلیٰ حضرت کے تھے
جانِ جاناں مُرشدِ برحق
کر گئے روشن محفل دیں کی
نیّرِ تاباں مُرشدِ برحق

رونقِ بزمِ فقر و غنا تھے
نازشِ ایماں مُرشدِ برحق
صدق و صفا و حق کے پیکر
عشق بداماں مُرشدِ برحق
اللہ رکھے جاری و ساری
آپ کا فیضاں مُرشدِ برحق
کہہ مہجورؔ تو سالِ رحلت
''خسروِ دوراں مُرشدِ برحق''
۱۹۸۱ء

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمۃ کے پیرومرشد
(سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں)

''غمِ مردِ صالح''

۱۴۱۳ھ

''آہ نامیِ دہر حکیم محمد شمس الدین صاحب امرتسری''

۱۹۹۳ء

دسترس دستِ قضا کی روز افزوں ہے یہاں
آدمی کے پاس جینے کے لیے کیا رہ گیا
داد دے انسان کے صبر و تحمل کی فلک
تیر جو ہر ایک تیرے ظلم کا ہے سہہ گیا
چل بسا دنیائے فانی سے برادر نیک خُو
آنسوؤں میں صبرِ مُوسیٰ کا سفینہ بہہ گیا
کیا ہوئے فخرالاطبّا کے جہاندیدہ پسر
چشتیوں کی بزم میں غم کے سوا کیا رہ گیا
ملہمِ غیبی سنِ ترحیل پر مہجور سے
''آہ آہ شمسِ نظامی'' ارتجالاً کہہ گیا

۱۴۱۳ھ

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمۃ کے برادرِ بزرگ

”غمِ محبّ گرانمایہ“

۱۴۱۷ھ

”آہ آہ حق اندیش ڈاکٹر اخلاق احمد صاحب“

۱۹۹۶ء

زندگی کے راستے مسدُود ہیں
ہے کشادہ موت کی ہر شاہراہ
کب اجل کی زد سے کوئی بچ سکا
ہے بڑی وُسعت اثر اس کی پناہ
اٹھ گیا دنیا سے وہ ہر دل عزیز
غم کا اندازہ کرے کیسے نگاہ

مُوسیِ دوراں نہ ہوں کیوں مضطرب
ہو گیا بیٹی کا ہائے گھر تباہ
زندگی بھر کا ملا ہے درد انہیں
مدتوں غم سے رہے گی رسم و راہ
لُٹ گیا ہے اہلِ خانہ کا سکوں
دے گئی ہے مات فرقت کی سپاہ
کر رقم مہجوؔر تو بے رُوئے زیست
"ڈاکٹر اخلاق احمد آہ آہ"

-۷=۱۴۱۷ھ

حکیمِ اہلِ سُنّت علیہ الرحمۃ کے جوانمرگ داماد

”رحلتِ حمیدہ خصال“

۱۴۲۶ھ

”پاکباز اہلیۂ محترمہ زبدۂ اطبّا حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری“

۲۰۰۵ء

موت کی جابجا ہے ارزانی
زندگی کا بھلا ہو کیا مذکور
ہو گئی چار دانگِ عالم میں
نوعِ انساں کی بے بسی مشہور
اہلیۂ حکیمِ مُوسیٰ بھی
ہو گئی آج زندگی سے دور
دے گئی درد اک تروتازہ
کر گئی پھر سے چشمِ تر رنجور
اپنے سرتاج کی چلی رہ پر
صدمۂ ہجر سے وہ ہو کر چُور
حق تعالیٰ کرے سفر آساں
جامِ کوثر پلائیں اس کو حضور ﷺ
”عابدہ ، زاہدہ و مغفورہ“

-۱۵=۱۴۲۶ھ

یاد کر کے نفی کہو مہجور

کڑکتی دُھوپ میں اک سائبان جیسا تھا
وہ ایک شخص عطا کے جہان جیسا تھا

دیارِ حرص و ہوس میں رضا کی تھا حُرمت
خودی کے ایک وقیع ترجمان جیسا تھا

وہ آبرُو تھا زمانے میں دیں پرستی کی
نشانِ حق و صداقت کی آن جیسا تھا

اُسی کے دم سے فروزاں تھی علم کی مشعل
وفُورِ مہر و وفا کی اُڑان جیسا تھا

وہ بے نیازِ زمانہ ، وہ عبقریٔ زماں
طمانیت سے مزّین مکان جیسا تھا

وہ کون ہے جو نہیں اس سے فیض یاب ہوا
سخاوتوں کے وہ اک گل ستان جیسا تھا

جہانِ عزم و عمل میں کہاں کوئی مہجوؔر
جنابِ مُوسیِ دوراں کی شان جیسا تھا

کڑکتی دُھوپ میں اک سائبان جیسا تھا
وہ ایک شخص عطا کے جہان جیسا تھا

دیارِ حرص و ہوس میں رضا کی تھا حُرمت
خودی کے ایک وقیع ترجمان جیسا تھا

وہ آبرُو تھا زمانے میں دیں پرستی کی
نشانِ حق و صداقت کی آن جیسا تھا

اُسی کے دم سے فروزاں تھی علم کی مشعل
وفُورِ مہر و وفا کی اُڑان جیسا تھا

وہ بے نیازِ زمانہ ، وہ عبقریٔ زماں
طمانیت سے مزّین مکان جیسا تھا

وہ کون ہے جو نہیں اس سے فیض یاب ہوا
سخاوتوں کے وہ اک گل ستان جیسا تھا

جہانِ عزم و عمل میں کہاں کوئی مہجوؔر
جنابِ مُوسیِ دوراں کی شان جیسا تھا

موسیٰ دوراں عصائے پیریم
آں تسلی بخش در دل گیریم

پیر غلام دستگیر نامی

تذکارِ موسیٰ

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری

کے نام

منظوم خراج عقیدت

سید عارف محمود مہجور رضوی

دارالفیض گنج بخش حضرت لاہور